Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)
Published by: Hira Institute of Social Sciences Research & Development
ISSN: 2791-0989 (Print) 2791-0997 (Online)
Volume 01, Issue 02, July-December 2022, PP: 14-27
Open Access at: www.almithaqjournal.org

عربی زبان کی تعلیم وتدریس

برصغیر پاک وہند میں دینی مدارس کا تحلیلی وتنقیدی جائزہ

Teaching of Arabic as Language

An Analytical and Critical Study of Religious Institute in INDO-PAK Subcontinent

Dr Muhammdad Faisal [1]
Naeema Ali [2]

Article History
Received:02/07/2022
Accepted:28/09/2022
Published:26/11/2022

Indexing & Abstracting

Abstract

The Arabic language is being taught in Islamic educational institutes of the sub-continent for many decades. Their prime teaching style, with their significant, vital role in teaching Arabic to none native speakers could not be neglected. This article is a short description of madaris's role, in Arabic teaching, especially in the Endo Pak subcontinent. It is a deep analysis of Madaras discourse in Arabic language teaching with a critical study of its curriculum's beneficial aspects.
The article gives a valuable comparison between traditional and none traditional education methods in the regular system of Madaris as well as a valuable discussion of the wifaq(approved by HEC) Curriculum with its feature values and plans, which have been adopted with time. Moreover, it suggests some innovative modern means and applications to up-to-date many of the additional resources.

Keywords

Itroduction to religious institutes, curriculum of Dars-e-Nizaami, Wifaqaat approved by HEC, and traditional and modern methods of Language teaching, suggestions

[1] *Assistant Professor, Department of Arabic University of Haripur Email:* iiuifaisal@gmail.com
[2] *Lecturer, University of Mirpur Azad Kashmir*

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

عربی زبان کی جامعیت فصاحت وبلاغت اور فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ایک ایسی وسیع اور دلچسپ زبان ہے اور اسکا ادب ایسا فصیح وبلیغ ہے کہ دنیا کی کوئی اور زبان ان اوصاف میں اسکا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اسکی وسعت اور ہمہ گیری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں جذبات فطرت کی عکاسی کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔کیونکہ کسی بھی چیز کی تمامانواع واقسام اور مختلف حالتوں کے لیے الگ الگ الفاظ موجود ہیں۔نیز ایک ہی معنی کے اظہار کے لیے بکثرت الفاظ مل سکتے ہیں اور ہر لفظ کی وجہ تسمیہ اور اس میں اشتقاق کے اعلی درجہ کی خوبی پائی جاتی ہے۔

اس زبان کی نمایاں خصوصیات میں سے ایجاز واختصار (یعنی کثیر معانی ومطالب کو قلیل الفاظ میں بیان کرنا) ہے۔ اور اس زبان کی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی آخری عظیم المرتبت کتاب قرآن مجید فرقان حمید کو اسی زبان میں نازل کیا۔ اور اس کے متعلق اللہ تعالی نے اپنے صحیفہ انقلاب میں فرمایا"بلسان عربي مبين "اور فرمایا" إنا أنزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون "

اور پھر اس زبان کو اللہ تعالی نے آخری پیغمبر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے چنااور اپنے نبی کے کلام مبارک سے اس زبان کو شرف بخشا۔ اس لیے نبی محتشم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عرب سے محبت تین وجہ سے کرو ایک میرے عربی ہونے کی وجہ سے، دوسرا قرآن کے عربی میں ہونے کی وجہ سے، اور تیسرا یہ کہ اہل جنت کی زبان بھی عربی ہو گی نیز اس زبان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس زبان نے مسلم امہ کے درمیان سیاسی، سماجی، معاشرتی، تجارتی اور مذھبی روابط کے لیئے سنگ میل کا کردار ادا کیا، کرتی ہے، اور تا قیامت کرتی رہے گی۔

الغرض حجاز مقدس سے اٹھنے والی یہ عظیم المرتبت زبان شرق وغرب ہر جگہ اپنا سکہ منوانے میں کامیاب رہی۔

برصغیر پاک وہند میں عربی زبان کی تعلیم وترویج کا پس منظر

اس ضمن میں اگر ہم تاریخ پاک ہند کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان کی آمد اور اسکی آبیاری برصغیر پاک وہند میں کئی مراحل اور اسباب کے ضمن میں معرض وجود میں آئی۔

طلوع اسلام سے پہلے سواحل ہند وسندھ اور جزیرۂ عرب محض تجارتی روابط سے مربوط نظر آتے ہیں۔ لیکن ان تجارتی روابط کے اثرات آج بھی عربی زبان میں نمایاں ہیں۔ ان میں سے چند ہندی الاصل معرب الفاظ کا عربی زبان میں پایا جانا اسکی ایک واضح دلیل ہے۔

اور پھر طلوع اسلام کے بعد یہ ہی وہ عربی زبان تھی جس کے ذریعے محمد بن قاسم نے 92ھ میں برصغیر پاک وہند میں اپنے سیاسی، سماجی، معاشرتی، تجارتی اور دینی اھداف حاصل کیے – اور بعد ازاں تاجروں نے تجارت کے ذریعے، اور مبلغین نے اسلام کی تعلیم وترویج کے ذریعے، اور مھاجرین نے اپنے اخلاق کریمہ کے ذریعے برصغیر پاک وہند میں اس مقدس زبان کی اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا، چونکہ محمد بن قاسم کے 92ھ میں برصغیر پاک وہند میں حملے کے بعد عربوں کی حکومت معرض وجود میں آگئی تو اس لیے عربی سرکاری زبان کی حثیت رکھتی تھی۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ 367ھ میں جب غزنوی دور حکوت آتا ہے تو اس دور کے شروع میں تو عربی زبان ہی سرکاری زبان کی حثیت رکھتی ہے مگر کچھ ہی وقت کے بعد فارسی سرکاری زبان کا درجہ اختیار کرتی گئ،جونہی فارسی نے غزنوی دور میں سرکاری زبان کا درجہ اختار کیا،ادھر مسلمانان برصغیر پاک وہند عربی زبان کے تحفظ اور بقاء کے لیے کھڑے ہوگے،جس کے نتیجے میں مسلمانان برصغیر پاک وہند نے خود غیر سرکاری سطح پر کئ ایک کلیات ومدارس اور معاہد کا اہتمام کیا جن میں متعدد تعلیمی نصاب ومناھج کے تحت اس زبان کی تعلیم وترویج کا سلسلہ جاري رہا۔

پھر جب مغلیہ خاندان 932ھ میں برسر اقتدار آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ برصغیر پاک وہند میں اس زبان کی تعلیم وترویج کے لیے جگہ جگہ عظیم الشان دینی درسگاہیں قائم گیں،بلکہ خود مغلیہ سلاطین عربی زبان کے متخصصین کا درجہ رکھتے تھے۔

اس دور میں متعدد علماء ومصنفین اور شعراء عربی زبان کی خدمت اور آبیاری کے لیے اپنے فن کا مظاھرہ کرتے رہے۔ان عظیم ہستیوں میں جنھوں نے عربی زبان کے لیے نمایاں کردار ادا کیا شیخ عبد الحق محدث دہلوی1052-959ھ۔،شیخ احمد سرہندی 971ھ اور شاہ ولی اللہ 1114ھ۔رحمہم اللہ ہیں جنہوں نے بارویں صدی ھجری تک زبان عربی کے لیے امتزاج و توازن کی راہ ہموار کی تا آنکہ نظام الدین سہالوی نے 1161 ھجری میں ایک مقبول عام نصاب تعلیم کو آخری شکل دي جو انہیں کے نام پر آج تک (درس نظامی) کے نام سے جانا جاتا ہے۔[1]

درس نظامی اور اسکے مرتب نظام الدین سھالوی کا مختصر تعارف

نظام الدین سھالوی ملا قطب الدین بن عبد الحلیم کے چار بیٹوں میں سے ایک ہیں۔،اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو ایوب انصاری سے ملتاہے۔

نظام الدین سھالوی ہندوستان کے سھالی نام کے قصبے میں 1088ھ میں پیدا ہوے اور وہاں ہی رہائش پذیر تھے۔

آپ کئ علوم وفنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے، آپ نے برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کو اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں ایک ایسا جامع نصاب تعلیم دیا جو آج تک (درس نظامی) کے نام سے جانا جاتا ہے۔[2]

جب ملا نظام الدین سھالوی نے ایک مقبول عام نصاب تعلیم کو ختمی شکل دی تو یہ نصاب تعلیم درس نظامی گیارہ علوم وفنون پر مشتمل تھا:(1)صرف ونحو(2)بلاغت(3)تفسیر(4)حدیث(5)فقہ(6)اصول فقہ(7)منطق(8)حکمت(9)ریاضی و ہیئت(10)علم کلام(11)مناظرہ،اور فارسی کی حثیت اس میں ایک ابتدائ ضمنی مضمون سے زیادہ نہ تھی۔[3] یہ نصاب تعلیم اپنی اہم خصوصیات کے پیش نظر 1748 عیسویں سے لے کر 1835 تک برصغیر پاک وہند کے تعلیمی اداروں میں مختلف ترمیمات کے ساتھ نافذ رہا،اس نصاب کا فارغ التحصیل زندگی کے مختلف امور کو احسن انداز میں سرانجام دینے کی صلاحیت رکھا تھا۔الغرض قضاۃ،مفتیان عظام،فقھاء،مبلغین،مشیران سلطنت،غریب وامیر الغرض کئ ایک مغلیہ سلاطین درس نظامی کے فارغ التحصیل تھے۔

لیکن ابتداء میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے شاہ عالم سے دیوانی کے اختیارات حاصل کیے تو علمی وعدالتی زبان عربی تھی،عدالتی

ایک مدرسہ کلکتہ میں اور دوسرا مدراس میں قائم ہوا،اور ساتھ ساتھ انہوں نے عربی کتابوں کو فارسی میں ترجمہ کرنا شروع کردیا،اور کسی حد تک انگریزی زبان کو ایک مضمون کے طور پر پڑھایا جانے لگا۔

مگر بہت جلد انہوں نے ایک نیا نصاب تعلیم متعارف کرانے کی ٹھان لی جس کے لیٔے انگریزوں نے ایک کمیٹی لارڈ میکالے کی سربراہی میں تشکیل دی اوراس نے 1835م میں ایک جدید نصاب تعلیم مرتب کرکہ برصغیر پاک وہند کے تمام تعلیمی اداروں پر مسلط کردیا،بدقسمتی سے تمام تعلیمی اداروں نے اس جدید نصاب تعلیم کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا،نتیجۃ درس نظامی کو انگریزوں نے اسطرح برصغیر پاک وہند کے تمام تعلیمی اداروں سے باہر نکال دیا۔

قطع نظر اسکے کہ اس جدید نصاب تعلیم سے ان کے اہداف کیا تھے؟اور مسلمانوں کے ایک پسندیدہ نصاب تعلیم درس نظامی کو نسیا منسیا کرنے کے اسباب ووجوہات کیا تھے؟لیکن یہ تو حقیقت ہے کہ درس نظامی ایک مسلمان کو صحیح معنوں میں اسلام سے متعارف کرانے کی صلاحیت بدرجہ اتم تو موجود ہے،مگر کیا درس نظامی ایک مسلمان کو ڈاکر،انجنیر،سائنسدان،جدید علوم و فلسفہ اور جدید صنعتی انقلاب وسائنسی ایجادات اور اس 21 صدی میں پوری دنیا کے سامنے مساوی قدروں پر کھڑا کرنے کی صلاحیت بھی رکتاہے؟

اب جبکہ عصری علوم کے جدید نظام تعلیم نے اسلامی علوم کی آبیاری کرنے والے نصاب تعلیم کو فرسودہ قرار دیے کر تعلیمی اداروں سے رخصت کیا،تب علماء کو فکر ہوئی کہ درس نظامی ایک ایسا اسلامی نصاب تعلیم ہے کہ جسمیں تمام دوسرے علوم کو بشمول عربی زبان کے علوم اسلامیہ کے فہم اور خدمت کے لیے استعمال کیا گیاہے،تو ضروری ہے کہ ایسے اداروں کو قائم کیا جائے جن میں درس نظامی کے درس وتدریس اور علوم اسلامیہ کے احیاء وترویج کا کام عصری علوم کے جدید نظام تعلیم کے مقابلے میں کیا جائے تاکہ نوجوان نسل کو علوم اسلامیہ سے آراستہ ومزیین کیا جاسکے،تو نتیجۃ کئی غیر سرکاری تعلیمی ادارے معرض وجود میں لائے گے جو کہ دینی مدارس کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔[4]

دینی مدارس کا مختصر تعارف

برصغیر پاک وہند کو باقی اسلامی دنیا پر آج بھی فوقیت حاصل ہے،اور برصغیر خصوصا سرزمین پاکستان پر دینی مدارس کا وجود آسمان پر جگمگاتے ہوئے ستاروں کی مانند ہے۔[5]

برصغیر پاک وہند کے اہم دینی مدارس مندرجہ ذیل ہیں۔[6]

(1)ہندوستان کے اہم دینی مدارس

دارالعلوم دیوبند:جو کہ 1866م میں حضرت علامہ محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالی کی نگرانی میں معرض وجود میں آیا۔

دارالعلوم ندوۃ العلمآء:جو کہ 1993م میں علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالی کی نگرانی میں معرض وجود میں آیا۔[7]

مدرسہ معینیۃ عثمانیۃ اجمیر:جو کہ 1909م میں حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالی کے دست مبارک پر معرض وجود میں آیا۔

مدرسہ شمس العلوم بدیوان:جو کہ حضرت مولانا عبدالقیوم رحمہ اللہ تعالی کی نگرانی میں معرض وجود میں آیا۔

(2) پاکستان کے اہم دینی وفاقات

اور جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو اس کے طول و عرض میں ہزاروں عربی واسلامی مدارس وجامعات عربی زبان کی ترویج کے لیے اپنی بیشمار خدمات سرانجام دینے میں ابھی تک مصروف ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر دستور پاکستان 1973ء میں شامل نفاذ شریعت ایکٹ 1991 شق نمبرج میں عربی زبان کی تعلیم اور اسکی اشاعت ریاستی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔[8]

1. وفاق المدارس العربیۃ (اھل السنۃ والجماعۃ حنفی دیوبندی)
2. تنظیم المدارس العربیۃ (اھل السنۃ والجماعۃ حنفی بریلوی)
3. رابطۃ المدارس الاسلامیۃ (اھل السنۃ والجماعۃ حنفی اور اھل حدیث)
4. جامعۃ اشرفیۃ لاھور: جو کہ 1947 میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالی کی نگرانی میں معرض وجود میں آیا۔
5. وفاق المدارس الشیعۃ (شیعۃ اثنا عشریۃ)[9]
6. وفاق المدارس السلفیۃ (اھل السنۃ والجماعۃ اھل الحدیث)
7. دارالعلوم محمدیۃ غوثیۃ بھیرہ سرگودھا: جو کہ 1953 میں حضرت مولانا جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالی کی مکمل دینی کوششوں سے معرض وجود میں آیا۔
8. ادارہ منہاج القرآن: جو کہ ڈاکٹر محمد طاھر القادری کی دینی کوششوں سے معرض وجود میں آیا۔[10]

یہ سب وہ دینی مدارس ہیں جنہوں نے ایک مخصوص نصاب تعلیم (درس نظامی) کے تحت عربی زبان کی نشرواشاعت کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔

مندرجہ بالا مدارس کا عربی زبان کی تعلیم وتدریس کے لیے تعلیمی نصاب

اب اگر آپ ان مدارس کے اس نصاب کو ملاحظہ فرمایں جو کہ عربی زبان کی تعلیم وتدریس سے متعلق ہے تو آپ بہت اچھی طرح اندازہ لگاسکتے ہیں کہ ان میں عربی زبان کی تعلیم وتدریس کے لیے عربی زبان نصاب کس حد تک عربی زبان کے طلباء کے لیے مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔[11]

(1) **وفاق المدارس العربیہ** (دیوبند) کا عربی زبان کی تعلیم وتدریس کے لیے تعلیمی نصاب

علم النحو	مصنف	علم صرف	مصنف
نحومیر	سید شریف جرجانی816م	ابواب الصرف	محمد بارک اللہ لکھوی
مائۃ عامل	عبدالقاہر جرجانی474ھ	زرادی	فخر الدین زرادی728ھ
شرح مائۃ عامل	عبدالقاہر جرجانی474ھ	زنجانی	عبدالوہاب زنجانی655ھ
ہدایۃ النحو	باخي سراج	علم الصیغۃ	مفتی عنایت احمد کاکوروی1279ھ
الکافیہ	ابن حاجب646	میزان الصرف	حمید الدین کاکوروی1215ھ
الفوائد الضیائیہ	عبدالرحمان جامی898ھ	فصول اکبری	سید علی اکبر الہ آبادی1090ھ

(2) **تنظیم المدارس العربیہ** (بریلوی) کا عربی زبان کی تعلیم وتدریس کے لیے تعلیمی نصاب

علم النحو	مصنف	علم صرف	مصنف
نحومیر	سید شریف جرجانی816م	فصول اکبری	سید علی اکبر الہ آبادی1090ھ
شرح مائۃ عامل ومائۃ عامل	عبدالقاہر جرجانی474ھ	تمرین الصرف	محمد مصطفی ندوی
تمرین النحو	محمد مصطفی ندوی	صرف میر	سید شریف جرجانی816م
ہدایۃ النحو	باخي سراج	علم الصیغۃ	مفتی عنایت احمد کاکوروی1279ھ
شرح ابن عقیل	محمد بهاؤالدين بن عقيل 741 هجري	میزان الصرف	محمد بن مصطفی
النحو الواضح	علی الجارم ومصطفی امین	علم الصرف	مشتاق احمد جرتھاوی
قطری الندی وبل الصدی	ابن هشام الأنصاري 708---هجري		
علم النحو	مشتاق احمد جرتھاوی		
الفوائد الضیائیۃ/ شرح جامي	عبدالرحمان جامی898ھ		
الكافية	ابن حاجب646م		

(3)**وفاق المدارس السلفیہ** (اھل حدیث) کا عربی زبان کی تعلیم وتدریس کے لیے تعلیمی نصاب

علم النحو	مصنف	علم صرف	مصنف
نحو میر	سید شریف جرجانی816م	ابواب الصرف	محمد بارک اللہ لکھوی
ومائۃ عامل	عبد القاھر جرجانی474ھ	شرح امثلۃ صرف میر	
ہدایۃ النحو	باخي سراج	صرف میر	سید شریف جرجانی816م
النحو الواضح	علی الجارم و مصطفی امین	علم الصیغہ	مفتی عنایت احمد کاکوروی 1279ھ
شرح مائۃ عامل	عبد القاھر جرجانی474ھ	الصرف بھائی	بہاء الدین عاملی 1031ھ

(4)رابطۃ المدارس الاسلامیۃ (جماعت اسلامی) کا عربی زبان کی تعلیم وتدریس کے لیے تعلیمی نصاب

علم النحو	مصنف	علم صرف	مصنف
نحو میر	سید شریف جرجانی816م	ابواب الصرف	محمد بارک اللہ لکھوی
شرح مائۃ عامل	عبد القاھر جرجانی474ھ	تمرین الصرف	محمد مصطفی ندوی
تمرین النحو	محمد مصطفی ندوی	صرف میر	سید شریف جرجانی816م
ہدایۃ النحو	باخي سراج	علم الصیغہ	مفتی عنایت احمد کاکوروی 1279ھ
شرح ابن عقیل	محمد بھاؤالدین بن عقیل	میزان الصرف	حمید الدین کاکوروی 1215ھ
التحفہ السنیۃ		علم الصرف	مشتاق احمد جرتھاوی
علم النحو	مشتاق احمد جرتھاوی		

اب جہاں تک تعلق ہے عربی ادب و انشاء کا تو تقریبا کسی حد تک یہ کتب مناسب ہیں مگر عربی ادب کو سیکھنے کے لیے متخصصین اساتذہ کی اشد ضرورت ہے۔

عربی ادب کی تعلیم وتدریس کے لیے دینی مدارس کے نصاب کا مختصر جائزہ

اب ان مذکورۃ مدارس میں وہ نصاب ملاحظہ فرمائیں جو کہ عربی ادب کی تعلیم و تدریس سے متعلق ہے [12]

بلاغت کی تعلیم وتدریس سے متعلق دینی مدارس کے نصاب کا مختصر جائزہ

اب اسی طرح ان مذکورۃ مدارس میں وہ نصاب ملاحظہ فرمائیں جو کہ عربی بلاغت کی تعلیم و تدریس سے متعلق ہے [13]

بلاغت	مصنف	بلاغت	مصنف
دروس البلاغۃ	حضنی بک ناصف	تلخص المفتاح	محمد بن عبد الرحمن قزوینی739ھ
مختصر المعانی	سعد الدین تفتازانی792ھ	مطول	سعد الدین تفتازانی792ھ

یہ سب وہ کتب ہیں جو کہ دینی مدارس میں عربی گرائمر، ادب اور بلاغت کی تعلیم و تدریس کے لیے تعلیمی نصاب میں شامل ہیں۔ چونکہ درس نظامی کا اصل ھدف اسلامی تعلیمات (قرآن و سنت) تک رسائی اور انکا فہم تھا، اور عربی کے اس مذکورہ نصاب کا استعمال درس نظامی میں صرف عربی مصادر اور امہات الکتب کی عبارات کو سمجھنے تک محدود تھا، نہ کہ اس نصاب سے عربی زبان کا متخصص ہونا مقصد تھا، تو اس لیے دینی مدارس میں عربی زبان کی تعلیم و ترویج کے لیے موجودۃ نصاب میں جہاں مثبت پہلو ہیں وہاں منفی پہلو بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔

(1) مثبت پہلو

جب ہم بات کرتے ہیں عربی زبان کے اس تعلیمی نصاب کی خصوصیات اور مثبت نتائج کی جو کہ درس نظامی کے اندر موجود اور دینی مدارس میں رائج ہے، تو وہاں پر کئ خصوصیات اور مثبت نتائج دیکھنے کو ملتے ہیں، جیسا کہ

(1) عربی عبارات کے پڑھنے اور سمجھنے پر توجہ: چونکہ مدارس دینیہ میں عربی کا اصل مقصد یاھدف اسلامی علوم، اور عربی کے مصادر اور امہات الکتب کی عبارات کو سمجھنے تک محدود ہے نہ کہ اس نصاب سے عربی زبان کا متخصص ہونا مقصود ہے، تو نتیجتا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مدارس دینیہ میں عربی زبان کی تعلیم اسکے پڑھنے اور سمجھنے تک صحیح معنوں میں کی جاتی ہے۔

(2) صرف ونحو کی آسان کتابوں کے استعمال پر توجہ: اگر ہم اس نصاب کے اندر صرف ونحو کی کتابوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ نحوی وصرفی قواعد کے لحاظ سے اکثر کتب آسان اور ابتدائ معلومات کی حامل ہیں۔

(3) مستوی صرفی پر زیادہ توجہ: جب ہم صرف کی بات کرتے ہیں تو یہ ایک حقیقت ہے کہ مدارس میں علم صرف کا اہتمام مکمل اساسی طور پر ابواب الصرف کی گردانیں حفظ کرانے سے شروع ہو کر صرف میر، تمرین الصرف، میزان الصرف، علم الصف، زرادی، زنجانی، مراح الارواح، علم الصیغہ اور فصول اکبری کے خاصیات ابواب تک صرف کے قواعد کی تعلیم و تدریس ہوتی ہے۔

(4) مستوی نحوی و ترکیبی پر توجہ: مستوی نحوی پر مدارس میں مختلف زاویوں سے کام ہوتا ہے اور نحو میں قواعد اور نحوی تراکیب اور ان ہی قواعد و تراکیب کو نحو کی متعدد کتابوں کے ذریعے متعدد بار زیر مطالعہ رکھنا جو کہ نحو میر، تمرین النحو، علم النحو، مائۃ عامل وشرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، النحو الواضع، شرح ابن عقیل، الکافیہ، قطر الندی وبل الصدی، الفوائد الضیائیہ (شرح ملا جامی)۔

(5) مختصر اور مغلق عبارتوں کی حامل ایسی کتابیں رکھی گئی ہیں کہ کہ پڑھنے والا جب تک اپنی مکمل فکر و توجہ کے تمام زاویے ان کی طرف نہ موڑلے ان کتابوں سے استفادہ ممکن نہیں۔

(6) مشکل عبارات، دقیق مسائل سمجھنے اور کنایات سے نتائج اخذ کرنے کا ایک خاص ملکہ پیدا کرنا، جو انسان کے اندر اتنی استعداد پیدا کر دیتا کہ آگے وہ استاذ کی مدد کے بغیر ذاتی مطالعے سے متعلقہ علوم کی مطولات سمجھ سکے۔

(2) منفی پہلو

مذکورہ خوبیوں کے باوجود اس نصاب کے میں کچھ خامیاں بھی ہیں۔[14]

(1) اس نصاب کی ایک بڑی خامی یہ بیان کی جاتی ہے کہ ابتدائی چند کتابیں چھوڑ کر باقی تمام علوم کی کئی کتابیں عربی زبان میں ہیں۔ ان علوم میں صرف، نحو، ادب، انشاء، اور معانی وبلاغت وہ علوم ہیں جن کا بنیادی مقصد صرف عربی زبان پر عبور اور قدرت حاصل کرنا ہے کہ عربی زبان سے گہری واقفیت کے بغیر اسلامی علوم میں مہارت ممکن نہیں، لیکنن مشاہدہ یہ ہے کہ درس نظامی کے عام فضلاء کی اکثریت عربی زبان پر مکمل قدرت نہیں رکھتی، بلکہ یہ فضلاء صحیح عربی بول سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔[15]

(2) طریقہ قواعد و ترجمہ پر اکتفا: طریقۃ قواعد وترجمۃ یہ سب سے قدیم یونانی طریقہ تدریس ھے، اس طریقہ کی خدمات اور اہمیت کا انکار تو کسی صورت بھی ممکن نہیں، مگر جہاں تک بات رہی کسی بھی زبان کو سیکھنے کی تو وہاں اور طرق تدریس بھی اپنا کام احسن انداز سے سرانجام دے سکتے ہیں۔ لیکن جہاں تک بات ہے طریقۃ قواعد وترجمۃ کی تو یہ خاص طور پہر دینی مدارس میں تو بالکل کامیاب نہیں ہو سکتا، اور کیونکر ہو گا جہاں طالبعلم کی زبان اور دو ھو، معلم کی زبان پشتو ھو، قواعد تو عربی صرف و نحو کے ھوں مگر کتاب کی زبان فارسی ھو، تو ضروری ہے کہ طریقۃ قواعد وترجمۃ کے ساتھ اور طرق کو یقینی بنایا جائے۔

(3) متخصصین اساتذہ کی عدم موجودگی: جہاں تک تعلق ہے متخصصین اساتذہ کی عدم موجودگی کا تو اسمیں کوئی شک نہیں کہ متخصصین اساتذہ کی موجودگی کا دینی مدارس میں فقدان ہے، کیونکہ ان مدارس میں اکثر اوقات ابتدائی درجوں کو پڑھانے والے نئے فضلاء درس نظامی ہوتے ہیں، جن کا تجربہ بالکل نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے، تو اسکا مطلب یہ ہوا صرف و نحو اور ادب کی کتابوں کو پڑھانے والے نئے فضلاء درس نظامی ہوتے ہیں، کیونکہ صرف و نحو اور ادب کی کتابوں کو ہی ابتدائی درجوں میں پڑھایا جاتا ہے۔

(4) عربی ادب سے بے اعتنائی: کسی بھی اجنبی زبان کو سیکھنے کے لیے اس زبان کے ادب کو سیکھنا بیحد ضروری سمجھا جاتا ہے تا کہ ان اھل زبان کی عادات رھن سہن اور علاوہ ازیں معلومات بھی میسر ہوں اور اھل زبان کی ان اسالیب اور رموز سے واقفیت حاصل ہو جو کہ وہ مختلف مقامات پر استعمال میں لاتے ہیں۔

مگر یہ بات حقیقت ہے کہ ہمارے دینی مدارس میں عربی ادب کی جو کتب پڑھائی جاتی ہیں، ایسے ہی ہے کہ اس پڑھانے سے نہ پڑھانا بہتر تھا، کیونکہ جب آپ ایک فن پڑھا رہے ہوں اور طالب علم کو اس فن کا معنی و تعریف اور اغراض مقاصد کا علم تک نہ ہو تو مطلب یہ ہوا کہ اس نے یہ فن پڑھا ہی نہیں، تو کچھ ایسا ہی حال ہے ہمارے دینی مدارس کے فضلاء کا کہ وہ عربی ادب سے ناواقف ہوتے ہیں، حتی کہ جب وہ سبع المعلقات دیوان حماسہ اور دیوان متنبی جیسی ادبی کتب پڑھتے ہیں تو وہ خود اس تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ یہ ہم کیوں پڑھ رہے ہیں، اور اسکا اصل مقصد کیا ہے۔

(5) عربی نقد سے غفلت: اب جبکہ نقد کسی بھی ادب کے صحیح اور غلط، مضبوط اور کمزور ادبی پہلوؤں کے درمیان فرق اور کسی بھی ادب کو پرکھنے کے لیے ایک میزان، معیار بلکہ مکمل فن کی حثیت اختیار کر چکا ہے، مگر ہمارے مدارس کے فضلاء بالکل اس سے ناواقف ہیں، بلکہ النقد الادبی تو مدارس دینیہ کے عربی نصاب تعلیم ہی میں نہیں۔

(6) ڈکشنری اور معاجم کے استعمال کے بارے میں طلبہ کو آگاہی کا فقدان: اب اگر آپ اندازہ لگایں کہ کیا کسی بھی اجنبی زبان حتی کہ اپنی مادری زبان بھی کے لیے بھی کئ مقامات پر ڈکشنری / لغت کی اشد ضرورت پڑھتی ہے جس کے بغیر مشکل الفاظ کے معانی اور پر انکی تحدید میں ہزاروں مشکلات در پیش ہوتیں ہیں، مگر بد قسمتی سے مدارس دینیہ کے طلباء و فضلاء معاجم کے طریقہ استعمال اور معاجم کی اقسام حتی کہ عام فھم لغات و قوامیس سے بھی ناواقف ہوتے ہیں، کیونکہ اساتذہ کی طرف سے انکو ان معاجم کے استعمال کی اگاہی ہی نہیں ملی ہوتی، اور نہ ہی اساتذہ اتنی زحمت کرتے ہیں کہ طلباء سے مختلف معاجم میں مشکل الفاظ اور انکے مادہ اصلیہ کو تلاش کروایں۔

(7) عربی زبان کو سیکھنے کے لیے غیر عرب مصنفین کی لکھی ہوئ کتابوں اور مواد پر اعتماد: ہمارے دینی مدارس میں عربی زبان کی تعلیم کیلیے ایک بڑی رکاوٹ عربی زبان کو سیکھنے کے لیے غیر عرب مصنفین کی لکھی ہوئ کتابوں اور مواد پر اعتماد ہے، یہ ایک ایسی مسلمہ حقیقت ہے کہ جس سے انکار کسی صورت ممکن نہیں، اور اس سے طلباء پر اضافی بوجھ پڑتا ہے، مثلا صرف کی اکثر جب کہ نحو کی کچھ کتابیں بھی فارسی زبان میں ابھی تک رائج نصاب ہیں، اب جبکہ فارسی ہماری زبان ہی نہ رہی، تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ ہم عربی زبان اور اسکے قواعد سیکھنے والے طلباء کو ایک ہی وقت میں کئ مشکل مراحل میں ڈال دیتے ہیں، اسطرح تو طلباء پہلے فارسی سمجھتے ہیں، جو کہ ایک اجنبی زبان ہے، پھر عربی صرف و نحو کو سمجھتے ہیں، اور پھر ان قواعد کی تطبیق کرتے ہیں، تو اسطرح دینی مدارس میں عربی زبان کی تعلیم کیلیے فارسی سیکھنا بھی ایک بڑا مسلہ ہے، اسی لیے مولانا آزاد رحمہ اللہ خود جو کہ کئ فضلاء کے استاذ ہیں، وہ اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں "کہ صرف و نحو کی جو تعلیم ہمارے مدارس میں دي جارہی ہے وہ بالکل صحیح نہیں ہے، اور جو کام تھوڑے وقت میں کیا جانا چاہیے وہ کام ہم ایک طویل عرصے میں کر رہے ہیں اور بہتر نتیجہ نکل نہیں رہا۔

سب سے پہلی بات جو میں آپ کو یاد دلاؤں گا وہ یہ کہ صرف و نحو (گرائمر) ایک بنیادی چیز ہے جس کے بغیر ہم عربی زبان کو سیکھ نہیں سکتے، مگر جس چیز کو آپ ڈھونڈنے نکلے ہو وہ عربی و اسلامی علوم وفنون ہیں نہ کہ صرف عربی گرام۔

دوسری بات نہ عربی ہماری مادری زبان ہے اور نہ ہی فارسی ہماری مادری زبان ہے۔ ہمارا پرانا طریقہ یہ تھا کہ عربی صرف و نحو، میزان اور منشعب سے شروع ہوتی تھی اور صرف میر نحو میر پڑھائی جاتی تھی، یہ کتابیں جس زمانے کے لیے لکھی گئی تھیں اس زمانے کے لیے بالکل صحیح تھیں، کیونکہ اسوقت ہندوستان کی زبان عام طور پر فارسی ہی تھی، لیکن اب جبکہ ہندوستان میں فارسی ایک اجنبی زبان ہے۔

آپ میزان ومنشعب اور صرف میر نحو میر سے بچے کو عربی شروع کراتے ہیں، اور ایک ہی وقت میں آپ اس پر تین بوجھ ڈالتے ہیں۔ پہلا بوجھ یہ کہ فارسی کو سمجھے جو اس کے لیے بالکل بیگانا زبان ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ ان کتابوں کو حل کرے جو فن تعلیم کے لحاظ سے سہل اور آسان ڈھنگ پر نہیں لکھی گئی ہیں۔ تیسرا بوجھ عربی کے نحوی وصرفی قواعد کو سمجھنے کا ہے۔

اسطرح اس کی ساری دماغی قوت تین خانوں میں بٹ جاتی ہے، فارسی کا سمجھنا، عبارت کا حل کرنا اور عربی قواعد کو سمجھنا۔ اگر آپ ایسا طریقہ اختیار کرتے جس سے اسکا دماغ ایک ہی چیز میں صرف ہو یعنی صرف گرامر (صرف و نحو) کو حاصل کرنا تو کیا وہ عربی زبان کی گرامر (صرف و نحو) کو زیادۃ مضبوطی کے ساتھ اپنے دماغ میں جگہ نہ دیتا؟"[16]

(8) عربی زبان کی کتابت، سماعت اور تکلم کا مکمل فقدان: یہ بات بھی واضح ہونی چاہیے کہ دینی مدارس میں عربی زبان میں تکلم، تحریری صلاحیت اور استماع (عربی کو سننے) پر کسی قسم کی کوئی کوشش دیکھنے کو نہیں ملی، اور نہ ہی یہ انکے نصاب تعلیم میں شامل ہے، تو اسکا مطلب یہ ھوا کہ دینی مدارس میں عربی زبان کی تعلیم فقط عربی کو پڑھ کر سمجھنے تک محدود ہے، جبکہ کسی بھی زبان پر مہارت حاصل کرنے کے لیے صرف اس کو سمجھنے اور پڑھنے تک محدود نہیں کیا جا سکتا، بلکہ مہارات اربعہ کا مکمل ادراک ہی کسی زبان میں متخصص ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے۔

(9) عربی زبان کے لیے 8--10 سال کا ایک طویل عرصہ: درس نظامی کا یہ اتنا طویل عرصہ جو کہ 8--10 سال پر مشتمل ہوتا ہے اس سے عربی زبان کا طالب علم ضرور متاثر ہوتا ہے کیونکہ اتنا طویل عرصہ عربی کتب کی ورق گردانی کرنے والا طالبعلم اگر 8--10 سال کے بعد بھی عربی پر ہر لحاظ سے مکمل مہارت نہ رکھے تو یہ وقت کے ضیاع کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلیے مناسب ہوگا کہ عربی زبان کی تعلیم کے لیے ایک مناسب وقت کا تعین کیا جائے تاکہ طلباء عربی زبان بھی سیکھ جائیں اور ایک مناسب وقت میں سیکھ جائیں۔

(10) عربی زبان کو ایک مستقل زبان کے طور پر سیکھنے کا فقدان: دینی مدارس میں عربی زبان کی تعلیم میں ایک بڑی رکاوٹ یہ بھی ہے کہ مدارس میں عربی کو ایک مکمل زبان کے طور پر نہیں سیکھا یا جاتا، اور نہ ہی یہ چیز ان مدارس کے نصاب میں شامل ہے، ان کے ہاں عربی سیکھنا اور سیکھانا چند قواعد نحویہ اور صیغ صرفیۃ کا نام ہے، عربی زبان کو سیکھنے کے لیے اسکے تمام مستویات پر مہارت ضروری ہے، کسی بھی زبان کو سکھنے کے لیے اسکی گرامر صرف 30٪ کردار ادا کر سکتی ہے، اور باقی 70٪ حصہ آپ اس زبان کے دوسرے علوم فنون اور مستویات سے مکمل کر سکتے ہیں، مگر مدارس صرف 30٪ گرامر پر زور تو دیتے ہیں لیکن

باقی 70٪ کو یا تو بھول جاتے ہیں، یا پھر جان بوجھ کر اس کو اہمیت ہی نہیں دیتے۔ الغرض عربی زبان کی تعلیم مدارس میں صرف 30٪ صرف و نحو پر مشتمل ہے، لحاظہ دینی مدارس و فاقات کے معزز صدور اور منتظمین حضرات کو عربی زبان کے تعلیمی نصاب پر نظر ثانی کی اشد ضرورت ہے، جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

(3) خلاصة

تجاویز و سفارشات

اور آخر میں خلاصہ کے طور پر چند تجاویز زیر غور ہوں، جو کہ مندجہ ذیل ہیں:

1= جدید نصاب کی تصمیم جو کہ عربی زبان کو سیکھنے میں مکمل معاون ثابت ہو اور اس سلسلے میں میری ناقص رائے یہ ہے کہ پاکستان کے اندر تمام وہ سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی ادارے جو کہ عربی زبان کی تعلیم دیتے ہیں ایک ایسا جامع نصاب متعارف کروایں جو کہ تمام اداروں کا منظور نظر ہو۔

2= جدید مناھج کو شامل نصاب کیا جائے: اگر ہم بات کریں مناھج تعلیمیہ کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تمام مناھج جدیدہ جو کہ دوسری (اجنبی) زبانیں سیکھنے اور سیکھانے کے لیے مددگار ثابت ہو سکتے ہوں ان کو داخل نصاب ہونا چاہیے، جیسا کہ منہج تحلیل التقابلی، منہج تحلیل الاخطاء اور منہج جان تشومسکی اور علاوہ ازیں [17]۔

3= طریقہ قواعد و ترجمہ کے ساتھ طریقہ مباشرہ یا اور طرق کا استعمال یقینی بنایا جائے، کیونکہ یہ بات تسلیم کی جاچکی ہے کہ صرف طریقہ قواعد و ترجمہ دوسری (اجنبی) زبانیں سیکھنے اور سیکھانے کے لیے ہی کافی نہیں بلکہ اس مقصد کے لیے تمام وہ طرق زیر استعمال لائے جاہیں جو کہ دوسری (اجنبی) زبانیں سیکھنے اور سیکھانے کے لیے مددگار ثابت ہو سکتے ہوں، جیسا کہ طریقہ مباشرہ (Direct Method)، طریقہ تواصلیہ اور خاص طور پر طریقہ سمعیہ بصریہ۔[18]

4= عربی زبان کو سیکھنے کے لیے عربی مواد ہی کو استعمال جائے۔[19]

عربی زبان کی تعلیم میں صرفی، نحوی، صوتی اور معجمی تمام مستویات کا اھتمام کیا جائے۔

5= عربی زبان کی سماعت اور اسکے تکلم پر زیادہ زور دیا جائے، اور اس مقصد کے لیے آڈیو ویڈیو سیڈیز سمت جدید آلات سے استفادہ یقینی بنایا جائے۔

6= طلباء کو ادبی اور نثری مواد اسطرح پڑھایا جائے تا کہ وہ الفاظ کے کثرت سے مزین ہمکنار ہو سکیں

7= متخصصین اساتذہ کی موجودگی یقینی بنائی جائے، یا پھر موجودہ اساتذہ کو ٹرینگ دی جائے تا کہ وہ جدید طرق تدریس اور جدید تعلیمی مناھج پر مکمل مہارت رکھتے ہوئے مدارس میں عربی زبان کی نشر و اشاعت اور تعلیم و تدریس میں اپنا کردار ادا کر سکیں، اور اس ضمن میں کلیۃ اللغۃ العربیۃ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے متبحر اساتذہ سے استفادہ کرکے موازنہ کریں کہ مدارس میں انکا عربی پڑھانے کا انداز اور کلیۃ اللغۃ العربیۃ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے متبحر اساتذہ کا عربی پڑھانے کا انداز کتنا مختلف ہے؟

8= طلباء سے عربی زبان کے تحقیقی مقالہ جات لکھوائے جاہیں

9= طلباء کو عربی زبان کے اصل مصادر و مراجع سے مکمل اگاہ کیا جائے تا کہ وہ تحقیقی مقالہ جات میں اضافی مطالعہ کے عادي هوں

10= ان مدارس دینیہ کو مختلف سطح پر دوسرے اداروں سے بھی تعلیمی و عملی تجربات تبادلہ کرنا چاہیے۔

11= عربی زبان و عربی ادب کے متعلق مختلف سطح پر مقابلوں، سیمیناروں کے اہتمام کو فروغ دیا جائے۔

12= طلباء و معلمین کے درمیان فاصلوں کو کم کیا جائے، اور طلبہ کی اجتہادی اور تخلیقی صلاحیتوں کو فروغ دیا جائے۔

13= طریقہ القائیہ کا استعمال کم کیا جائے، جبکہ اساتذہ و طلباء کے درمیان درس مکالمہ کی سی صورت اختیار کرے۔

14= صرف و نحو کے بنیادی موضوعات کو اسطرح پڑھادیا جائے تا کہ بار بار طلباء و معلمین اپنا وقت اور تمام کوششیں ان موضوعات پر صرف نہ کریں۔

15= طلباء کے اذہان سے خوف وہراس کے بادلوں کو ختم کر کے محبت و پیار اور شفقت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا جاے، تا کہ طلباء اپنے مافی الضمیر کا صحیح طرح اظہار کر سکیں۔

16= کسی بھی کتاب کو پڑھانے سے پہلے اس کتاب کے مصنف، شراح، محشی کا مکمل تعارف اور اس کتاب کا مختصر تعارف ابواب، فصول، مباحث، مطالب، اور کتاب کی خصوصیات اور اگر کسی نے اس کتاب کے اوپر تنقیدی نظریہ پیش کیا ہو تو ان تمام معلومات عامۃ سے طلباء کو مکمل اگاہی ضروری ہے۔

17= اصول النحو کو شامل نصاب کیا جاے تا کہ طلباء اس مضمون سے مکمل مستفید ہو سکیں۔

18= النحو المقارن کے مضمون کو متعارف کیا جائے اور اس قصد کے لیے نحاۃ کے مسائل متفقہ و ممختلفہ کو اور ایسی کتابوں کو شامل نصاب کیا جاے جو کہ النحاۃ کے اختلافات کو بیان کریں۔

19= عربی زبان کو مکمل ایک زبان کی حثیت سے پڑھنے کے لیے فقہ اللغہ کی تعلیم کو اجاگر کیا جاے کو نکہ صرف علم اللغۃ کی تعلیم کافی نہیں ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1]اختر راہی، تذکرۃ مصنفین درس نظامی، مکتبہ رحمانیہ، ص18-19۔

[2]ایضا، ص19-25

[3]ابن الحسن عباسی، دینی مدارس، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی، ص17۔

[4]خالد الرحمن، دینی مدارس میں تبدیلی رجحانات، ص14

[5]مظہر معین، الدکتور، عصر جدید میں عربی زبان، الفیصل ناشران اردو بازار لاہور، ص139۔

[6]الازہری، الدکتور ثناء اللہ، أثر اللغة العربية في ثقافة المسلمين في شبه القارة الهندية، ص201۔

[7]سفیر اختر، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حیات وافکار کے چند پہلو، ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ص 232۔

[8]مظہر معین، عصر جدید میں عربی زبان، ص141۔

[9]وفاق المدارس الشیعۃ(شیعۃ اثنا عشریۃ)، وفاق المدارس السلفیۃ(اھل السنۃ والجماعۃ اھل الحدیث)، دارالعلوم محمدیۃ غوثیۃ بھیرہ سرگودھا اور ادارہ منہاج القرآن، یہ چاروں وفاقات اگرچہ درس نظامی کا تعلیمی نصاب نہیں پڑھاتے مگر عربی زبان کی تعلیم وتدریس کے لیے ان وفاقات کا نصاب بھی درس نظامی کے عربی زبان کی تعلیم وتدریس کی کتب سے جدا نہیں ہیں۔

[10]مظہر معین، پاکستان میں عربی زبان، ص77۔

[11]سیف الاسلام، تعلیم اللغۃ العربیہ فی المدارس الباکستانیہ، ص96۔

[12]ابن الحسن عباسی، دینی مدارس، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی، ص87۔

[13]ایضا، ص88

[14]محمد بشیر سیالکوٹی، درس نظامی کی اصلاح اور ترقی، دار العلم، آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد، ص297۔

[15]ابن الحسن عباسی۔ دینی مدارس، ص77۔

[16]محمد بشیر سیالکوٹی، خطبات آزاد، درس نظامی کی اصلاح اور ترقی، دارالعلم آب پارہ مارکیٹ اسلام آباد، ص297۔

[17]نائف خرما، علی حجاج، اللغات الأجنبية تعليمها وتعلمها، الناشر عالم المعرفة، ص44۔

[18]حمادۃ ابراہیم، الاتجاهات المنظمة الا المعاصرة في تدريس اللغة العربية، دارالفکر العربي 1987 الطبعة الأولى، ص468۔

[19]یا پھر مولانا آزاد کے دیے ہوئے فارمولے کو ہی اپنایا جاے، جس میں وہ مدارس دینیہ کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ "صرف ونحو اور دیگر علوم فنون کی ابتدائی کتب اور دو زبان میں ہونی چاہیے، تاکہ بیک وقت حل زبان، حل عبارت ار حل موضوع کا بوجھ طالب علم پر نہ پڑے۔